محمد اقبال صاحب قریشی، ہارون آبادی

معارفِ اشرفیہ

بروایت حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری، خلیفہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

اللہ والوں کی مخالفت اور ایذا رسانی کا انجام | حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ والوں سے بدگمانی کبھی نہ کرنی چاہیے۔ اور نہ ان کے کوئی تکلیف دہ معاملہ کرنا چاہیے۔ اللہ والوں کو تکلیف دینے والا آدمی بہت جلد مبتلائے قہر ہو جاتا ہے۔ اور حضرت مرشدی اس حدیث سے استدلال فرماتے تھے۔ کہ ایک بار حضرات صحابہؓ میں اس امر کے متعلق اختلاف ہوا کہ آپ کو کوئی دوا پلائی جائے یا نہیں۔ جب کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم نزع طاری تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوا پینے سے انکار فرما دیا تھا۔ اور پھر غشی طاری ہو گئی تھی بعض اصحابؓ نے یہ اجتہاد کیا کہ یہ انکار ایسا ہی ہے جیسا کہ مرض شدت میں ہر انسان غیر ارادی طور پر غفلت اور بے ہوشی میں دوا پینے سے انکار کر دیتا ہے۔ اور بعض اصحابؓ نے اجتہاد کیا کہ نہیں آپ نے جو حکم فرمایا ہے اس کی تعمیل ہونی چاہیے۔ عام طبائع پر آپ کو قیاس کرنا مناسب نہیں ہے لہ

عقل اور عشق | حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ شیطان سالک محض تھا۔ مجذوب نہ تھا۔ نری عقل کا راستہ خطرناک ہوتا ہے۔ قصور شیطان سے بھی ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام سے بھی ہوا۔ لیکن شیطان نے چون وچرا اور اعتراض کا سلسلہ شروع ہو گیا کہ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا فرمایا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے۔ اور دوسرا مقدمہ اس کے دل میں مخفی تھا۔ یعنی آگ افضل ہے مٹی سے۔ پس فاضل سے مفضول کے لئے ایسا ادب کیوں تجویز کیا گیا۔ اس نالائق کو یہ نہ سوجھی کہ امر الٰہی کا ادب کیا ہے بندے کا کام بندگی اور سرافگندگی ہے نہ کہ سرکشی اور روگردانی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے قصور کی کوئی تاویل نہیں کی کہ مثلاً شیطان نے مجھے

سہ . بقول عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ تو برائے بندگی ہے یاد رکھ۔ بہر سرافگندگی ہے یاد رکھ۔ احقر قریشی

لہ معرفت الٰہیہ صہ ۱۵۱

دھوکہ دیا۔ یا میں آپ کے حکم کو بھول گیا۔ پس عتاب ہونا تھا۔ ندامت سے گر گئے۔ اور فوراً عرض کیا کہ اے ہمارے رب ہم سے قصور ہو گیا اگر آپ نہ بخشیں گے اور ہمارے اوپر رحم نہ فرمائیں گے تو ہم بڑے ٹوٹے میں پڑ جائیں گے۔ اس کو حضرت عارف رومیؒ فرماتے ہیں کہ محبت اور عبدیت نیک لوگوں کو عطا ہوتی ہے۔

داند آں کو نیک بخت و محرم است   زیرکی ز ابلیس از آدم است

عقل ناقص کا ظہور ابلیس سے ہوا اور عقل کامل یعنی عقل مع المحبت کا ظہور حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا

ربنا انا ظلمنا گفت و آہ   یعنی آمد ظلمت و گم گشت راہ

حضرت آدم علیہ السلام نے رَبّنا ظلمنا عرض کیا اور آہ کھینچی کہ ظلمت آئی اور راستہ گم ہوا پھر حق تعالیٰ نے آپ کی ندامت یعنی توبہ قبول فرمائی اور آپ کو تاج خلافت سے نوازا۔ اور ابلیس لعین ہمیشہ کے لئے مردود ہوا۔

مثنوی کے الہامی ہونے پر مولانا رومی کے ایک شعر سے اشارہ

مثنوی شریف کے الہامی ہونے پر مولانا رومی کے ایک شعر سے اشارہ ملتا ہے۔

چوں فنا ز از روزن دل آفتاب   ختم شد واللہ اعلم بالصواب

مولانا روم فرماتے ہیں کہ دل میں جس دریچۂ باطنی سے واردات غیبیہ علوم اور معارف کے آرہے تھے اب بحکمت خداوندی وہ آفتاب افق استتار میں غروب ہو گیا۔ یعنی اب بجائے تجلی کے استتار ہو گیا۔ جیسا کہ عارفین کو دونوں حالتیں پیش آتی ہیں۔ اور بعض مصالح اس میں تجلی سے بھی زیادہ ہوا کرتی ہیں۔ پس روزن قلب کی محاذات سے آفتاب فیض زیر افق جا گرا تو کتاب ہذا ختم ہو گی۔ ختم شد واللہ اعلم بالصواب۔ اور اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ صواب اور مصلحت اور حکمت کس وقت کس چیز میں ہے۔ پس جب وہی جانتے ہیں اور حکمت کے موافق کرتے ہیں اور اس وقت انہوں نے ایسا کیا پس یقیناً اس میں حکمت ہے اس لئے میں بھی اتباع اس حال کا کر کے تکلف کلام کرنا نہیں چاہتا۔ اور مثنوی کو ختم کئے دیتا ہوں[1]

حضرت مرشدی نے اس مقام پر فائدہ کے تحت ایک تنبیہ تحریر فرمائی وہ یہ کہ عارف کو بحکم وقت کلام کرنا چاہیے جب طبیعت اپنی اور سامعین کی حاضر ہو[2] اور علوم و معارف کی آمد ہو اور اس میں اعتدال ہو کہ نہ بیان میں تکلف ہو اور نہ اتنا غلبہ ہو کہ ضبط سے خارج ہونے کا اندیشہ ہو اس وقت افادہ خلق میں مشغول ہو اور اسی وقت حضرت پر یہ شعر وارد ہوا ہے

گر بگوید بگو یگوئی و بجوش   ور بگوید مگو مگوئی و خموش[3]

---

[1] کلید مثنوی دفتر ششم [2] اور اگر سامعین دلچسپی اور توجہ سے سنیں تو اس کا اثر مقرر کی طبیعت پر پڑتا ہے بقول عارف رومی ؎ صد ہزاراں طالب اند و یک ملول۔ از رسالت باز مے ماند رسول [3] معرفت الٰہیہ ص ۱۷۹

حضرت تھانوی کا ارشاد حضرت فرمایا کرتے تھے جب کسی عالم کو بہت مزین لباس میں دیکھتا ہوں تو دل میں وسوسہ آتا ہے کہ یہ شخص خالی خولی ہے باطنی نعمت جس کے پاس ہوتی ہے وہ ظاہری نقش و نگار سے مستغنی ہوجاتا ہے۔[۱]

عاقل کی تعریف ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اہل دنیا اہل دین کو بیوقوف سمجھتے ہیں۔ میں ان سے سوال کرتا ہوں۔ اچھا عقل کی تعریف کیا ہے۔ عقل کہتے کس کو ہیں؟ اہل دنیا بھی عاقل اسی کو کہتے ہیں جو عاقبت اندیش اور انجام بین ہو۔ کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص نہایت بے وقوف ہے کہ اپنے کام کے انجام پر نگاہ نہیں رکھتا۔[۲]

موت سے طبعی وحشت مضر نہیں حضرت مرشد پاک رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بات یاد پڑی۔ ارشاد فرمایا کہ موت سے طبعی گھبراہٹ کا ہونا ایمان کے منافی نہیں ہے۔ یہودیوں کو موت سے اعتقادی اور عقلی وحشت تھی۔ اور ایمان والوں کو جو موت سے گھبراہٹ ہوتی ہے وہ اعتقادی اور عقلی نہیں ہوتی۔ البتہ حب اللہ اور رسول کی محبت میں شدت پیدا ہوجاتی ہے تو بندہ جہاد کا متمنی ہوجاتا ہے۔[۳]

ایک شعر کی ضروری اصلاح ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کی شان میں یہ شعر ؎

اگر بخشیں زہے قسمت نہ بخشیں تو شکایت کیا ٭ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

ادب کے خلاف ہے اس میں دعویٰ ہے کہ عذاب جہنم کو ہم برداشت کرسکتے ہیں حالاں کہ اس کی ایک چنگاری سے نانی یاد آجائے گی۔ اس قسم کے مضامین اکثر بے تمیز شعراء گھڑا کرتے ہیں۔ بے صحبت کا آدمی بے ادب ہوتا ہے ادب تو ادب والوں سے آتا ہے ہم جب بندے ہیں تو ہمارے لئے صرف نیازمندی اور بندگی کی شان زیبا ہے ؎

زشت باشد روئے نازیبا و ناز ٭ عیب باشد چشم نابینا و باز

روئے نازیبا کے لئے ناز برا ہے چشم نابینا کا کھلا رہنا عیب ہے

پھر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں ترمیم فرمائی اور یوں ارشاد فرمایا۔

اگر بخشیں رہی یاری نہ بخشیں تو کروں زاری ٭ کہ اس بندے کی خواری کیوں مزاج یار میں آئی

دنیا کی محبت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم موت کو بھولے رہتے ہیں۔

۱؎ معرفت الٰہیہ صد ۱۸۰ ۲؎ معرفت الٰہیہ صد ۱۸۶ ۳؎ معرفت الٰہیہ صد ۲۱۹

مولانا سید سلیمان ندویؒ کا واقعہ | مولانا سید سلیمان ندوی صاحب نے ایک بار حضرت مرشد پاک تھانویؒ سے عرض کیا کہ حضرت فقیری جس چیز کا نام ہے؟ ارشاد فرمایا کہ فقیری نام ہے اپنے آپ کو مٹا دینے کا۔ یہ بات سن کر سید صاحب پر گریہ طاری ہوگیا۔ تمام سلوک اور تصوف کا حاصل یہی ہے کہ اپنے آپ کو مٹا دیا جائے۔

منتہائے سیر سالک شد فنا   نیستی از خود بود عین البقا [1]

حضرت تھانوی کا ایک واقعہ | ایک بار حضرت رحمۃ اللہ علیہ سڑک سے بوقت صبح گذر رہے تھے۔ سرکاری بھنگی سڑک پر جھاڑو لگا رہا تھا۔ ایک عالم اور مخصوص رفیق نے آگے بڑھ کر مہتر سے کہا ذرا سی دیر کو ملتوی کردو۔ تاکہ ہمارے حضرت گرد سے بچ جاویں۔ حضرت والا نے سن لیا اور فرمایا کہ آپ کو کیا حق ہے کہ اس کے سرکاری کام میں دخل دیں وہ اپنی ملازمت کا حق ادا کر رہا ہے۔ کیا آپ نے مجھ کو فرعون سمجھ لیا ہے۔ اللہ اکبر عجیب عبدیت کی شان تھی۔

مرشد تھانوی کی عبدیت اور فنائیت | ہمارے مرشد پاک فرمایا کرتے تھے کہ الحمد للہ میں اپنے آپ کو تمام مسلمانوں سے کمتر سمجھتا ہوں فی الحال۔ اور کافروں سے اپنے کو بدتر سمجھتا ہوں فی المآل۔

یعنی ہر مسلمان کے متعلق یہ خیال کرتا ہوں کہ چونکہ فی الحال ایمان کی نعمت موجود ہے اس لئے ممکن ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی عمل اللہ کے نزدیک ایسا محبوب ہو جو اس کی مقبولیت کا سبب ہو اور میرے ساتھ ممکن ہے کہ کوئی ایسا عمل موجود ہو جو اللہ کے نزدیک میری نامقبولیت کا سبب بن جاتے۔ پس اس کے استعمال کے ہوتے ہوئے ہمیں ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ہم کسی فاسق اور گنہگار مسلمان کو حقیر سمجھیں۔ اور اس سے اپنے آپ کو بہتر سمجھیں۔ [2]

حدیث پڑھنے اور پڑھانے کا لطف | ہمارے حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حدیث پڑھنے کا لطف تو جب ہی آتا ہے جب کہ شاگرد بھی صاحب نسبت ہو اور استاد بھی صاحب نسبت ہو۔ طلباء میں جو عملی کوتاہیاں زیادہ بڑھتی جا رہی ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس زمانہ میں طلبا صرف علم نبوت مدارس میں حاصل کر لیتے ہیں اور نور نبوت کو کسی صاحب نسبت بزرگ سے نہیں حاصل کرتے پس کیوں نہ دین ادھورا رہے۔ [3]

صاحب الحزن بہت ترقی کرتا ہے | حضرت مرشد فرمایا کرتے تھے کہ صاحب الحزن بہت جلد حق تعالیٰ کے راستہ کو قطع کرتا ہے۔ اور جب کسی سالک کا خط آتا کہ حضرت آج کل قبض باطنی سے دل غمگین رہتا ہے تو تحریر فرما دیتے کہ دلگیر نہ ہو۔ یہ حالت قبض منجملہ حالات رفیعہ سے ہے اگر ہمیشہ بسط کی حالت طاری رہے تو انسان عُجب اور

---

[1] معرفت الہیہ صـ ۲۴۵ [2] معرفت الہیہ صـ ۲۵۵ [3] معرفت الہیہ صـ ۲۹۷

پندار میں مبتلا ہو جائے۔

لوازم بشریہ کا انفکاک کاملین سے بھی نہیں ہوتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ لوازم بشریہ کا انفکاک کاملین سے بھی نہیں ہوتا۔ اسباب خوشی و رنج سے کاملین بھی متاثر ہوتے ہیں۔ ورنہ جو حکمتیں طبائع بشریہ سے متعلق ہیں، مثلاً مسرت پر شکر اور رنج پر صبر و رضا وغیرہ فوت ہو جائیں۔

پس ضرورت ہے کہ اب آپ کی تسلی فرما کر آپ کا غم بھلا دیا جائے۔ اور انبساط کے ساتھ کار خلافت کی انجام دہی میں لگ جائیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا آپ کا عصیان تو نسیان تھا ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ کے قلب میں اس چوک کا ارادہ نہ تھا۔[1]

غفلت کے تالے غفلت کے تالے قلب کے ٹوٹ جاتے ہیں یہ وہی تالے ہوتے ہیں جن کی بابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے۔ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ اَقْفَالَ قُلُوْبِنَا۔ اے اللہ ہمارے دلوں کے تالوں کو کھول دیجئے۔ اب یہ طالب خود بھی نفس کو ہر سوراخ سے دیکھ لیتا ہے۔ اور ریا و تکبر کے اثر کو اپنے لب و لہجہ میں اپنی چال میں نشست و برخاست میں پہچان لیتا ہے۔ اور ہر وقت اپنے کو تراش خراش کا محتاج پاتا ہے اور مرتے دم تک اس کی نگرانی سے فرصت نہیں پاتا۔

اندریں رہ می تراش و می خراش   تا دمے آخر دمے فارغ مباش

اس مقام پر عارف جب نور بصیرت سے اپنے نفس کو مثل سانپ کے ہر سوراخ تن سے سر نکالتے ہوئے مشاہدہ کرتا ہے تو بے ساختہ بزبان حال کہہ اٹھتا ہے۔[2]

حضرت تھانوی کی تواضع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو حق تعالیٰ نے بڑا علم عطا کیا تھا۔ ایک بار ارشاد فرمانے لگے کہ اگر ایک ہزار دنیا کے عقلاء کسی مسئلہ پر اعتراض لے کر ایک طرف بیٹھے ہوں اور مجھے پانچ منٹ کا موقع دیا جاتے تو میں انشاء اللہ پانچ منٹ میں سب کو لاجواب کر دوں گا۔[3]

مسئلہ قضا و قدر ہمارے حضرت مرشد پاک رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ خیر اور شر نسبتیں ہیں۔ ایک خلق کی دوسرے کسب کی۔ بخیر میں تو مراقبہ ان کی طرف کی نسبت کا کرے۔ کسب کا استحضار نہ کرے اور شر میں مراقبہ اپنی طرف کی نسبت کا کرے خلق کا نہ کرے۔ غرض خیر میں تو نسبت خلق کا متحضر کرو اور شر میں نسبت کسب کو متحضر کرو۔ یعنی ادب یہ ہی ہر خیر کی نسبت خدا کی طرف کرنا چاہئے۔ اور ہر شر کی نسبت اپنی طرف کرنی چاہئے

مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ   اے انسان تجھ کو جو کوئی خوش حالی پیش آتی ہی وہ
وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ   محض اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہی اور جو کوئی بدحالی

---

[1] معرفت الٰہیہ ص ۲۸۸ [2] ایضاً ص ۳۱۴ [3] ایضاً ص ۳۱۵

پیش آوے وہ تیرے ہی سبب سے ہے ۔

مغلوب الحال | مغلوب الحال کی مثال حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اطفال سے دیا کرتے تھے۔ یعنی جس طرح بچے باپ کی داڑھی نوچ لیتے ہیں تو باپ کو ناگوار نہیں معلوم ہوتا بلکہ باپ کو بچے کا یہ شغل بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن اگر کوئی بالغ اولاد اس بچہ کی نقل شروع کر دے تو اس پر جوتے پڑ جاویں ۔

منصور اور علماء وقت | اس وقت کے علماء نے حضرت منصور پر کفر کا فتویٰ نہیں صادر کیا تھا یہ بالکل غلط مشہور ہے۔ ہمارے حضرت مرشد پاک نے یہ تحقیق مثنوی شریف کے ایک شعر سے اخذ فرمائی مولانا روم فرماتے ہیں ؎

چوں قلم در دست غدارے رسید لاجرم منصور بر دارے رسید

بات یہ ہے کہ وزیر کو حضرت منصور سے عداوت ہو گئی تھی۔ اس نے ایک فرضی استفتاء علماء کے پاس بھیجا چونکہ علماء کے ذمہ تحقیق حال نہیں ہے۔ جو کچھ اس استفسار پر عداوت میں مضمون لکھ دیا تھا اس کے مطابق علماء نے فتویٰ دے دیا۔ علماء کو کیا معلوم کہ کس کے لیے یہ استفتاء طلب کیا گیا تھا۔[1]

کمال استغنا | ہمارے مرشد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے چھوٹے بڑے نہ جانے کتنے منی آرڈر واپس کئے تھے ایک بار ایک لاکھ روپیہ ہدیہ قبول کرنے سے عذر فرما دیا۔ ذرا بھی جہاں دین کی توہین اور تحقیر کا شائبہ محسوس کرتے بڑے بڑے امرا مزاج درست فرما دیتے ۔

رمزی اٹاوی نے خوب لکھا۔

نہ لا پیچ دے سکیں ہرگز تجھے سکوں کی جھنکاریں ترے دستِ توکل میں تھیں استغنار کی تلواریں
جلال قیصری بخشا جمال خانقاہی کو سکھائے فقر کے آداب تو بادشاہی کو[2]

---

[1] معرفت الٰہیہ صد ۳۷۹ [2] ایضاً صد ۹۷